

ڈیرہ غازی خان میں عائلی تنازعات کے بنیادی اسباب:

اسلامی شریعت اور مقامی روایات کا تقابلی اور تطبیقی جائزہ

Root Causes of Family Conflicts in Dera Ghazi Khan: A Comparative and Applied Analysis of Islamic Law and Indigenous Cultural Practices

Raana Mudsir

*PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
Ghazi University, Dera Ghazi Khan, Punjab, Pakistan*

Dr. Arshad Munir

*Professor, Department of Islamic Studies,
Ghazi University, Dera Ghazi Khan, Punjab, Pakistan*

Abstract

This research explores the fundamental causes of family disputes in Dera Ghazi Khan, a region known for its tribal customs, low literacy rates, and deeply rooted patriarchal traditions. The study is divided into three major parts: (1) a historical, geographical, and cultural overview of Dera Ghazi Khan; (2) an in-depth analysis of the core socio-economic and cultural factors leading to domestic conflicts; and (3) a comparative and applied study of Islamic Shariah and local traditions in resolving such disputes.

The first part of the research presents the unique geographical and ethnic diversity of Dera Ghazi Khan, including the influence of Baloch and Saraiki cultures, socio-political history, and the role of tribal systems. It highlights how environmental isolation and limited access to modern education contribute to the persistence of conservative values and resistance to change.

The second part identifies key causes of familial discord, such as lack of education, tribal rigidity, domestic violence, financial constraints, forced marriages, joint family pressures, and the misapplication of honor-based ideologies. It also brings attention to the inadequate role of law enforcement, cultural barriers to women's inheritance rights, and the general lack of awareness about legal protections available to women.

The third and most critical section compares Islamic teachings on family rights and dispute resolution with the prevailing local customs. It evaluates how Islamic injunctions, especially from the Qur'an and Sunnah, emphasize justice, consultation, and respect for women in marital relations. On the contrary, local customs, particularly those enforced through traditional councils (Jirgas and Panchayats), often

deviate from these principles, leading to oppression and injustice, particularly against women.

The research further examines the practical role of Islamic family courts in Pakistan, their challenges, and the legal remedies available under Islamic and constitutional frameworks. It emphasizes the need for greater integration of Islamic jurisprudence in local dispute resolution mechanisms and the importance of educating communities about women's rights in Islam.

In conclusion, the study suggests reforms that include empowering religious scholars, strengthening legal institutions, promoting gender-sensitive education, and aligning cultural practices with Shariah principles. It advocates for community-based awareness programs to reconcile traditional values with Islamic ethics, ensuring justice, harmony, and the protection of women's family rights.

Keywords: Dera Ghazi Khan, Family Disputes, Islamic Shariah, Local Traditions, Tribal Culture, Women's Rights, Domestic Violence, Honor-Based Violence, Islamic Courts, Socio-Cultural Analysis, Pakistan, Baloch Society, Saraiki Culture, Legal Remedies, Gender Justice

ڈیرہ غازی خان کا تاریخی، جغرافیائی اور ثقافتی تعارف

ڈیرہ غازی خان پاکستان کے صوبہ پنجاب کا ایک اہم ضلع ہے جو تاریخ، جغرافیہ، قبائلی ساخت، رسم و رواج، مذہبی رجحانات، معاشی اور تعلیمی صورتحال کے اعتبار سے ایک منفرد معاشرتی تشکیل رکھتا ہے۔ اس کی سرحدیں ایک طرف بلوچستان، دوسری طرف سندھ اور پنجاب کے دیگر اضلاع سے ملتی ہیں۔ اس خطے کی پیچیدہ ثقافتی ساخت اور قبائلی نظام نے یہاں کے عائلی تعلقات کو متاثر کیا ہے، اور نتیجتاً عائلی تنازعات ایک سنگین سماجی مسئلہ بن چکے ہیں۔¹

تاریخی پس منظر:

ڈیرہ غازی خان کی بنیاد سولہویں صدی کے وسط میں سردار غازی خان میرانی نے رکھی تھی۔ یہ علاقہ اس سے پہلے بلوچ قبائل کی چراگاہوں پر مشتمل تھا۔ غازی خان نے جب یہاں قیام کیا تو ایک مضبوط قلعہ تعمیر کرایا جو جلد ہی ایک بستی میں تبدیل ہو گیا۔ اس بستی کو ابتدا میں "ڈیرہ غازی خان" کا نام دیا گیا۔ میرانی خاندان بلوچ نسل سے تعلق رکھتا تھا اور ان کی حکومت نے مقامی تمدن، معاشرت اور ثقافت پر گہرے اثرات ڈالے۔²

برطانوی دور میں یہ خطہ انتظامی لحاظ سے ڈیرہ جات ڈویژن کا حصہ بنایا گیا۔ 19 ویں صدی میں یہاں ریل، سڑکوں اور نہری نظام کی ترقی نے علاقے میں نقل و حرکت، زراعت، اور اقتصادی سرگرمیوں کو فروغ دیا۔ تاہم، قبائلی ساخت اور مقامی خود مختاری کے اثرات قائم رہے، جس کا تسلسل آج بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔³

جغرافیائی محل وقوع:

ڈیرہ غازی خان کا محل وقوع نہایت اہم ہے۔ اس کے مغرب میں کوہ سلیمان کی پہاڑیاں ہیں، مشرق میں دریائے سندھ بہتا ہے، جنوب میں راجن پور اور شمال میں لیہ واقع ہیں۔ اس خطے کا بیشتر حصہ نیم صحرائی ہے جبکہ کچھ علاقے زریعی ہیں جن میں کپاس، گنا، گندم اور آم کی کاشت کی جاتی ہے۔ پہاڑی علاقوں میں بیشتر بلوچ قبائل آباد ہیں جو خانہ بدوش یا نیم خانہ بدوش طرز زندگی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ جغرافیائی اعتبار سے یہاں سیلاب، خشک سالی اور زمین کی عدم مساوی تقسیم جیسے مسائل معاشی اور سماجی ناہمواریوں کا سبب بنتے ہیں۔⁴

قبائلی ولسانی ساخت:

ڈیرہ غازی خان میں لغاری، کھوسہ، بزدار، مزاری، دریشک، گورچانی اور سندرنی جیسے طاقتور بلوچ قبائل آباد ہیں۔ ان قبائل کی اپنی الگ خود مختار حیثیت اور روایات ہیں، جنہیں "بلوچی روایت" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان روایات میں قبائلی سردار کا حکم حتمی ہوتا ہے اور اس کی نافرمانی اجتماعی بائیکاٹ کا باعث بن سکتی ہے۔ اس قبائلی ساخت میں فرد کی شناخت قبیلے سے منسلک ہے، اور اکثر عائلی معاملات، جیسے شادی، طلاق، وراثت، قبیلے کے اصولوں کے مطابق طے پاتے ہیں نہ کہ اسلامی شریعت کے مطابق۔ زبان کے اعتبار سے یہاں سرائیکی، بلوچی، اردو اور پشتو بولی جاتی ہیں۔ سرائیکی اکثریتی زبان ہے، لیکن قبائلی بولیوں کا بھی اثر باقی ہے۔ زبان کا یہ تنوع بعض اوقات سماجی تفریق کا ذریعہ بھی بنتا ہے، جو کہ معاشرتی ہم آہنگی اور انصاف میں رکاوٹ بنتا ہے۔⁵

قبائلی انصاف اور جرگہ سسٹم:

ڈیرہ غازی خان میں قانونی اور عدالتی نظام کی موجودگی کے باوجود، قبائلی "جرگہ سسٹم" کو اولیت دی جاتی ہے۔ جرگہ قبیلے کے بزرگوں اور سردار پر مشتمل ہوتا ہے جو مختلف تنازعات، خصوصاً خاندانی نوعیت کے مسائل، جیسے نکاح، طلاق، خلع، وراثت اور جھگڑوں کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اگرچہ بعض اوقات جرگہ فوری انصاف مہیا کرتا ہے، لیکن اکثر اس کے فیصلے عورتوں کے حقوق کے خلاف ہوتے ہیں۔ ونی، سوارہ، اور کاروکاری جیسے فیصلے اسی نظام سے جنم لیتے ہیں۔

مثال کے طور پر، ایک قتل کے بدلے میں ملزم کے خاندان کی لڑکی کو مقتول کے خاندان میں بطور "وٹی" دے دینا ایک معمول کی روایت ہے، جو اسلامی شریعت سے بالکل متصادم ہے۔⁶

مذہبی رجحانات:

ڈیرہ غازی خان کے لوگ مذہب کے حوالے سے عمومی طور پر دیندار سمجھے جاتے ہیں۔ صوفی روایت کا یہاں گہرا اثر ہے۔ حضرت سخی سرور، پیر عادل، اور دیگر مزارات پر ہزاروں لوگ منتیں ماننے، دعا کے لیے یارو حانی سکون کی تلاش میں جاتے ہیں۔ ان مزارات کا اثر یہاں کی ثقافت، شادی بیاہ، اور عائلی فیصلوں پر بھی پڑتا ہے۔ تاہم، مذہب کا فہم اکثر رسمی ہے اور اسلامی قانون کے بجائے رسوم و رواج پر مبنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے خاندانی مسائل میں لوگ مذہبی علماء یا عدالت کی بجائے مزارات اور قبائلی جرگہ سے رجوع کرتے ہیں۔ یہ مذہبی رجحان اگرچہ روحانیت کا اظہار ہے، لیکن اس میں شریعت کی تعلیمات سے لاعلمی اور ثقافتی توہم پرستی شامل ہو گئی ہے، جس کے اثرات خواتین کی پوزیشن، شادی بیاہ، اور طلاق کے فیصلوں پر واضح ہوتے ہیں۔⁷

تعلیمی صورتحال:

تعلیم کسی بھی معاشرے کی ترقی کی بنیاد ہوتی ہے، لیکن بد قسمتی سے ڈیرہ غازی خان میں تعلیمی صورتحال خاصی کمزور ہے۔ خاص طور پر دیہی علاقوں میں تعلیمی ادارے یا تو غیر فعال ہیں یا ان میں سہولیات کی شدید کمی ہے۔ خواتین کی شرح خواندگی انتہائی کم ہے اور لڑکیوں کے اسکول کئی دیہات میں موجود ہی نہیں۔ بعض قبائلی علاقے ایسے ہیں جہاں لڑکیوں کی تعلیم کو قبائلی غیرت کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ یہ تعلیمی پسماندگی خواتین کو اپنے قانونی، اسلامی اور انسانی حقوق سے لاعلم رکھتی ہے۔ عورت کو یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ وہ طلاق، خلع، وراثت یا نان نفقہ کا شرعی حق رکھتی ہے۔ یہ لاعلمی اسے خاندان میں کمزور بناتی ہے اور وہ ہر قسم کی زیادتی کو برداشت کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔⁸

تعلیم کا سماجی اور عائلی معاملات پر اثر:

تعلیم نہ صرف شعور دیتی ہے بلکہ عائلی تنازعات کو حل کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ایک پڑھی لکھی عورت اگر شوہر یا سسرال کی زیادتی کا شکار ہو تو وہ قانونی مدد لینے یا خاندان میں بات کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ مگر ڈیرہ غازی خان کی عورت عموماً تعلیم سے محروم ہونے کی وجہ سے ظلم سہنے کو تقدیر سمجھتی ہے۔ تعلیم یافتہ مرد بھی خاندانی نظام کو بہتر طور پر چلا سکتے ہیں، لیکن یہاں کے قبائلی نظام میں تعلیم یافتہ مرد بھی اکثر رسوم و رواج کے تابع ہوتے ہیں۔ تعلیم کی کمی مرد کو عورت کے حقوق تسلیم کرنے سے دور رکھتی ہے۔⁹

معاشی حالات:

ڈیرہ غازی خان کی معیشت بنیادی طور پر زراعت پر مبنی ہے۔ یہاں کی زرخیز زمین دریائے سندھ کے قرب و جوار میں واقع ہے، جہاں گنا، کپاس، آم اور گندم کی کاشت کی جاتی ہے۔ تاہم، زمین کی ملکیت محدود افراد کے ہاتھ میں ہے جبکہ اکثریتی عوام مزدور یا معمولی کسان ہیں۔ دیہی خواتین کھیتوں میں کام کرتی ہیں لیکن انہیں مالی معاوضہ نہیں دیا جاتا یا بہت کم دیا جاتا ہے۔ یہ معاشی محرومیاں عائلی زندگی کو متاثر کرتی ہیں۔ عورت پر بوجھ ہوتا ہے کہ وہ بھی کام کرے، مگر اس کی حیثیت محض مزدور کی ہوتی ہے، عزت دار شریک حیات کی نہیں۔ مالی دباؤ، غربت، مہنگائی، اور بے روزگاری طلاق، گھریلو جھگڑوں اور بچوں کے معاملات پر منفی اثر ڈالتی ہے۔¹⁰

غربت اور جہیز کا مسئلہ:

غریب گھرانوں میں لڑکی کی شادی ایک بڑا معاشی بوجھ بن جاتی ہے۔ جہیز کی رسم نے اس بوجھ کو مزید بڑھا دیا ہے۔ والدین ساہا سال قرض لے کر یا زمین بیچ کر بیٹی کو رخصت کرتے ہیں، مگر سسرال کی طرف سے پھر بھی شکایات کی بھرمار رہتی ہے۔ یہ رویہ کئی بار عورت کو تشدد، طلاق، یا ذہنی اذیت کا شکار بنا دیتا ہے۔¹¹

عدالتی نظام اور عوامی رسائی:

ڈیرہ غازی خان میں اگرچہ سول اور فیملی کورٹس موجود ہیں، لیکن عوام کی ان تک رسائی محدود ہے۔ ایک طرف عدالتی نظام میں پیچیدگیاں، وکیلوں کی فیس، تاخیر اور کرپشن جیسے مسائل ہیں، دوسری طرف قبائلی جرگہ نظام سادہ، مفت اور فوری انصاف فراہم کرتا نظر آتا ہے، چاہے وہ انصاف کی روح کے خلاف ہو۔ نتیجتاً زیادہ تر لوگ جرگہ یا پنچایت سے رجوع کرتے ہیں۔ یہ صورت حال عورت کو مزید پسماندگی میں دھکیلتی ہے کیونکہ جرگہ نظام میں عورت کی نمائندگی نہیں ہوتی۔ اس کے فیصلے اکثر مرد کے مفاد میں ہوتے ہیں اور عورت کے بنیادی حقوق کو نظر انداز کرتے ہیں۔¹²

عورت کی معاشرتی حیثیت:

ڈیرہ غازی خان میں عورت کو عمومی طور پر خاندان کی عزت اور غیرت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ وہ خود کو ایک ذاتی وجود کے بجائے خاندان کے فیصلوں کا تابع پاتی ہے۔ اگر وہ طلاق مانگے، عدالت جائے یا وراثت کا مطالبہ کرے تو اسے "باغی" یا "بد کردار" تصور کیا جاتا ہے۔ ایسے میں عورت نہ صرف سماجی تنہائی کا شکار ہوتی ہے بلکہ اکثر جان کے خطرے میں بھی آجاتی ہے۔ بعض خاندانوں میں عورت کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں، یہاں تک کہ

علاج کے لیے بھی مرد کی اجازت ضروری سمجھی جاتی ہے۔ ایسے ماحول میں عورت کو خاندانی فیصلوں میں شامل کرنا تو دور کی بات، وہ اپنی زندگی کے فیصلے بھی خود نہیں کر سکتی۔¹³

ذرائع ابلاغ اور سماجی تبدیلی:

گزشتہ چند برسوں میں موبائل فون اور سوشل میڈیا نے اس خطے میں کچھ حد تک شعور بیدار کیا ہے۔ نوجوان نسل اب دوسرے علاقوں اور دنیا کے حالات سے واقف ہو رہی ہے۔ تاہم، یہ تبدیلی محدود اور شہری علاقوں تک مخصوص ہے۔ دیہی خواتین اب بھی میڈیا، تعلیم، یا قانونی شعور سے محروم ہیں۔ کچھ این جی اوز اور مقامی ادارے خواتین کو قانونی اور اسلامی حقوق سے آگاہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن قبائلی مزاحمت، مذہبی تعبیرات اور خاندانی دباؤ ان کوششوں کو کمزور کر دیتے ہیں۔¹⁴

خاندانی نظام اور پدر سری معاشرت:

ڈیرہ غازی خان میں خاندانی نظام مضبوط لیکن مکمل طور پر پدر سری ہے۔ خاندان کے تمام بڑے فیصلے مرد کرتے ہیں۔ عورت کو اس نظام میں صرف فرائض کی ادائیگی کا کردار سونپا جاتا ہے، جیسے بچوں کی پرورش، گھریلو کام کاج، شوہر کی خدمت اور بزرگوں کا ادب۔ اس میں عورت کے جذبات، رائے، اور شخصیت کو ثانوی حیثیت دی جاتی ہے۔ ایسے نظام میں عورت کی عزت، غیرت، اطاعت اور حیا کو مرد کے نظریے سے جانچا جاتا ہے، اور ذرا سی نافرمانی یا خود مختاری پر اسے خاندان کے لیے "بدنامی" قرار دیا جاتا ہے۔ یہ سوچ عائلی تنازعات کو پیدا کرنے اور جاری رکھنے کا بنیادی عنصر ہے۔¹⁵

نسل در نسل وراثتی مزاحمت:

وراثت ایک ایسا اسلامی حق ہے جو خواتین کو قرآن و سنت نے صراحت سے عطا کیا ہے، لیکن ڈیرہ غازی خان جیسے قبائلی علاقوں میں یہ حق نہ صرف دبا جاتا ہے بلکہ عورت کو وراثت مانگنے پر مجرم گردانا جاتا ہے۔ بیشتر عورتیں بچپن سے یہ سنتی آئی ہیں کہ "زمین عورت کے لیے نہیں"۔ اگر کوئی خاتون جرات کر کے وراثت کا دعویٰ کرے تو اکثر خاندان اس سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ یہ مسئلہ اس قدر گہرا ہے کہ بعض جگہ عورت کو وراثت کے دعوے پر "قبیلے کے خلاف" قرار دے کر اس پر جرمانے تک عائد کر دیتے ہیں۔ ایسے ماحول میں عورت نہ تو قانونی چارہ جوئی کر سکتی ہے، نہ شریعت کی طرف رجوع۔¹⁶

خاندانی غیرت اور کاروکاری کا تصور: ڈیرہ غازی خان میں "غیرت" کے نام پر قتل اور کاروکاری جیسے مسائل بھی عائلی تنازعات میں شدت پیدا کرتے ہیں۔ یہ رجحان اس وقت نمایاں ہوتا ہے جب عورت کسی ایسے مرد سے

شادی کرنا چاہے جس کا تعلق اس کے قبیلے یا برادری سے نہ ہو۔ یا اگر عورت طلاق کے بعد اپنی مرضی سے شادی کرے تو اسے "کارو" قرار دے دیا جاتا ہے۔ ایسے تنازعات اکثر خاندانوں کو خانہ جنگی میں مبتلا کر دیتے ہیں اور نتیجتاً عورت اپنی جان، عزت اور بچوں کی پرورش کے حق سے محروم ہو جاتی ہے۔¹⁷

بیٹی کا بوجھ اور پیدائش پر افسوس:

ڈیرہ غازی خان جیسے روایتی معاشروں میں بیٹی کی پیدائش کو اب بھی معاشی و سماجی بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ خصوصاً غریب خاندانوں میں بیٹی کو پالنے، جہیز دینے اور عزت بچانے کا تصور والدین کو ذہنی دباؤ میں رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی جگہوں پر بیٹی کی پیدائش پر مایوسی، خاموشی یا یہاں تک کہ سوگ منایا جاتا ہے۔ یہ نفسیاتی رویہ لڑکی کو بچپن سے احساس کمتری اور تابع داری کی فضا میں پروان چڑھاتا ہے، جس کے اثرات شادی، تعلقات، ماں بننے، اور خود اعتمادی پر مرتب ہوتے ہیں۔¹⁸

نکاح، طلاق اور خلع سے متعلق معاشرتی رجحانات

اگرچہ نکاح ایک دینی معاہدہ ہے، مگر ڈیرہ غازی خان میں اکثر شادیاں قبائلی رضامندی، رشتے داری، بدلے کی بنیاد پر "ونی" کی رسم کے تحت کی جاتی ہیں۔ لڑکی کی مرضی کو غیر اہم سمجھا جاتا ہے، اور کئی بار لڑکیاں کم عمری میں یا محض بدلے میں بیاہی جاتی ہیں۔

خلع کے حق کو اکثر عورت کے لیے "حرام قدم" یا "گناہ" تصور کیا جاتا ہے۔ طلاق یافتہ عورت کو خاندان، برادری اور معاشرہ شک کی نظر سے دیکھتا ہے۔ نتیجتاً کئی عورتیں زیادتی سہنے کو ترجیح دیتی ہیں مگر خلع یا طلاق کی طرف نہیں جاتیں۔¹⁹

معاشی خود مختاری کا فقدان

عورت کی معاشی خود مختاری اس کی سماجی عزت اور عائلی تحفظ کی ضامن ہوتی ہے، لیکن ڈیرہ غازی خان میں عورت کو معاشی طور پر خود مختار بننے نہیں دیا جاتا۔ وہ کھیتوں میں کام کرے، دستکاری کرے یا سلائی کڑھائی، مگر اس کی کمائی پر اختیار مرد کا ہوتا ہے۔ یہ معاشی انحصار عورت کو فیصلہ سازی سے باہر رکھتا ہے۔ جب مرد طلاق کی دھمکی دے یا گھریلو تشدد کرے، تو عورت کے پاس نہ کوئی پناہ ہوتی ہے نہ ذریعہ معاش۔²⁰

صحت و علاج کے مسائل: ڈیرہ غازی خان کے دیہی علاقوں میں صحت کی سہولیات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ عورتیں حمل، زچگی، یا امراض نسواں میں دیسی طریقوں، حکیموں، یا غیر تربیت یافتہ دایوں پر انحصار کرتی ہیں۔ کئی خواتین صرف اس لیے فوت ہو جاتی ہیں کہ مرد انہیں اسپتال لے جانے کے لیے تیار نہیں ہوتے یا اجازت نہیں دیتے۔

یہ غیر انسانی صورت حال عورت کی صحت کے ساتھ ساتھ اس کی ذہنی کیفیت، گھریلو فرائض کی ادائیگی، اور بچوں کی پرورش کو بھی متاثر کرتی ہے، جو بالآخر عائلی کشیدگی کو جنم دیتی ہے۔²¹

مقامی حکومت اور سیاسی نمائندگی

اگرچہ مقامی حکومتوں میں عورتوں کے لیے مخصوص نشستیں رکھی گئی ہیں، لیکن ڈیرہ غازی خان میں ان کا حقیقی کردار نہ ہونے کے برابر ہے۔ اکثر خواتین نمائندے صرف کاغذی حیثیت رکھتی ہیں اور فیصلے ان کے مرد رشتہ دار کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنے علاقے کے عائلی یا سماجی مسائل کے حل میں کوئی نمایاں کردار ادا نہیں کر سکتیں۔

یہ سیاسی بے اختیاری خواتین کے اجتماعی شعور کو پست رکھنے اور خاندانی مسائل میں خاموشی کو فروغ دیتی ہے۔²² مذکورہ بالا تمام پہلو واضح کرتے ہیں کہ ڈیرہ غازی خان کی عائلی ساخت ایک پیچیدہ جال ہے، جس میں قبائلی روایت، مذہبی ظاہریت، جہالت، معاشی محرومی اور عورت سے متعلق روایتی سوچ نے ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا ہے جو خاندانی تنازعات کے لیے زرخیز زمین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر معاشرے میں اسلامی تعلیمات کو بنیاد بنایا جائے، عورتوں کو تعلیم و شعور دیا جائے، اور جرگہ کی جگہ عدالتی نظام کو تقویت دی جائے تو ان مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

ڈیرہ غازی خان میں عائلی تنازعات کے بنیادی اسباب

عائلی تنازعات کی نوعیت اور تناظر

ڈیرہ غازی خان کا عائلی نظام بظاہر روایتی اور مستحکم نظر آتا ہے، مگر اس کے اندرونی ڈھانچے میں کئی ایسی پیچیدگیاں پوشیدہ ہیں جو گھریلو جھگڑوں، عورتوں کے حقوق کی پامالی اور ازدواجی زندگی کی ناکامی کا سبب بنتی ہیں۔ ان تنازعات کی بنیاد صرف انفرادی جھگڑوں میں نہیں بلکہ قبائلی ڈھانچے، معاشی جبر، تعلیمی پسماندگی، اور قانونی ناہمواری میں ہے۔ اس حصے میں ہم ان اسباب کو ایک منظم اور سائنسی زاویے سے سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

تعلیمی پسماندگی اور حقوق سے لاعلمی :

ڈیرہ غازی خان کے دیہی علاقوں میں خواتین کی شرح خواندگی انتہائی کم ہے۔ یہ تعلیمی پسماندگی عورت کو اس کے بنیادی شرعی اور قانونی حقوق سے محروم رکھتی ہے۔ جب عورت کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ اس کا حق وراثت کیا ہے، نان نفقہ کی شرعی حیثیت کیا ہے، یا طلاق کے بعد اس کے کیا قانونی حقوق ہیں، تو وہ ظلم برداشت کرنے پر مجبور

ہو جاتی ہے۔ تعلیم کی کمی صرف عورت کو ہی نہیں، مرد کو بھی ازدواجی تعلقات کی دینی نوعیت اور ذمہ داریوں سے غافل رکھتی ہے، جس سے باہمی تعلقات کمزور پڑ جاتے ہیں۔²³

قبائلی روایات کا غلبہ اور عورت کی حیثیت

ڈیرہ غازی خان کا قبائلی نظام، خاص طور پر بلوچ قبائل، ایک ایسے سماجی ڈھانچے پر قائم ہے جس میں مرد کو بالادستی حاصل ہے۔ قبائلی سرداروں، جرگہ اور پنچایت جیسے غیر رسمی نظاموں کے تحت عورت کے معاملات طے کیے جاتے ہیں۔ ان اداروں میں عورت کی گواہی، مرضی اور فلاح کو ثانوی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ کئی معاملات میں عورت کو تنازعات کے تصفیے کے لیے بطور "سزا" استعمال کیا جاتا ہے، جیسے "ونی" یا "بدل"۔ ایسے فیصلے اسلامی اصولوں کی سراسر نفی ہیں اور ازدواجی نظام کو کمزور کرتے ہیں۔²⁴

گھریلو تشدد: ایک معمولی لیکن سنگین حقیقت

اس خطے میں گھریلو تشدد ایک ایسا مظہر ہے جسے اکثر خاندان کا اندرونی مسئلہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ مرد کو مار پیٹ، گالی گلوچ یا عورت کو ذہنی دباؤ میں رکھنے کا "غیرت مندانه اختیار" حاصل تصور کیا جاتا ہے۔ عورت اگر خاموش رہتی ہے تو اسے صبر کی علامت سمجھا جاتا ہے، اور اگر آواز اٹھائے تو بد چلن یا نافرمان قرار دیا جاتا ہے۔ پولیس اور عدالت میں رپورٹ درج کروانا باعثِ شرم سمجھا جاتا ہے، جس سے مظلوم عورت کو کوئی سہارا نہیں ملتا۔²⁵

مردانگی کا غیر متوازن تصور اور جذباتی جبر

ڈیرہ غازی خان کے قبائلی و دیہی معاشرے میں مردانگی کو اختیار، غصہ اور عورت پر کنٹرول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایک "مرد" کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ وہ عورت کو دبا کر رکھے، اس پر نظر رکھے، اور ہر فیصلہ خود کرے۔ اس غیر متوازن تصور سے عورت کی خودی، رائے اور عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے۔ اکثر مرد یہ ماننے کو تیار نہیں ہوتے کہ عورت بھی احساس، جذبات، اور رائے رکھنے والا انسان ہے۔ یہی ذہنیت جھگڑوں کو جنم دیتی ہے اور تعلقات میں تلخی بڑھاتی ہے۔²⁶

شادی بیاہ میں عدم مشاورت اور جبری رشتے

ڈیرہ غازی خان میں شادی بیاہ کے فیصلے زیادہ تر والدین یا قبیلے کے بڑے افراد کرتے ہیں، جن میں لڑکی یا لڑکے کی رائے کو کم ہی اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ رویہ خاص طور پر لڑکیوں کے لیے تکلیف دہ ہوتا ہے کیونکہ وہ اکثر

ایسے رشتے میں بندھ جاتی ہیں جنہیں وہ نہ پسند کرتی ہیں اور نہ سمجھ پاتی ہیں۔ اس جبری فیصلے کے بعد ازدواجی زندگی میں ہم آہنگی پیدا نہیں ہو پاتی، جو اکثر اوقات تنازعات، مار پیٹ اور علیحدگی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

"ڈیرہ غازی خان کی دیہی عورت کی شادی ایک سماجی معاہدہ نہیں بلکہ قبائلی تسلط کی علامت ہوتی ہے۔"²⁷

شادی بیاہ میں مرضی کے بغیر فیصلے اور بعض اوقات قریبی رشتہ داروں میں زبردستی کے نکاح (مثلاً وٹے سٹے کی شادیاں) نہ صرف ازدواجی خوشی میں رکاوٹ ہیں بلکہ عائلی جھگڑوں کا مستقل سبب بن جاتی ہیں۔ اس کی سب سے بڑی قیمت خواتین کو چکانی پڑتی ہے جنہیں دونوں خاندانوں کے دباؤ کا سامنا ہوتا ہے۔

معاشی مسائل اور بے روزگاری

معاشی تنگی عائلی مسائل کا بہت بڑا سبب ہے۔ جب مرد حضرات بے روزگار ہوتے ہیں یا ان کی آمدنی کم ہوتی ہے، تو گھریلو اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، جس کے نتیجے میں میاں بیوی کے درمیان اختلافات جنم لیتے ہیں۔ ڈیرہ غازی خان جیسے علاقوں میں جہاں وسائل کی کمی، تعلیم کی کمی اور ملازمتوں کی قلت ہو، وہاں ایک غریب آدمی کی بیوی کو اکثر زچت، دباؤ اور محرومی کا سامنا ہوتا ہے۔

"غربت اور گھریلو ناچاقی میں براہ راست ربط ہے، اور جنوبی پنجاب میں یہ رشتہ مزید مضبوط محسوس ہوتا ہے۔"²⁸

گھریلو اخراجات، بچوں کی تعلیم، علاج معالجہ اور دیگر ضروریات پوری نہ ہو سکنے کی صورت میں بیوی اکثر شکایت کرتی ہے، جسے شوہر اپنی اپنا پر حملہ سمجھتا ہے۔ نتیجتاً مرد یا تو تشدد کرتا ہے یا گھر سے لا تعلقی اختیار کرتا ہے، جو طلاق یا علیحدگی تک پہنچ سکتی ہے۔

نشہ اور مجرمانہ سرگرمیاں

ڈیرہ غازی خان میں خاص طور پر مردوں میں منشیات کا استعمال ایک تشویشناک رجحان ہے۔ چرس، شراب اور آئس جیسے نشے تیزی سے عام ہو رہے ہیں۔ نشے کے عادی افراد معاشی طور پر نہ صرف اپنے خاندان کے لیے بوجھ بن جاتے ہیں بلکہ ان کا رویہ بھی پر تشدد اور غیر متوازن ہو جاتا ہے۔

"نشے کا عادی مرد خاندان کا محافظ نہیں، بلکہ اس کے لیے خطرہ بن جاتا ہے۔"²⁹

نشہ میں مبتلا شوہر اکثر بیوی اور بچوں کو تشدد کا نشانہ بناتا ہے، اور ان کی ضروریات کا خیال نہیں رکھتا۔ نشہ آور اشیاء کے لیے رقم نہ دینے پر عورت کو گالیوں، مار پیٹ یا طلاق کی دھمکی کا سامنا ہوتا ہے۔ بعض اوقات نشے کی لت اسے جرائم کی طرف لے جاتی ہے، جس میں جیل یا علاقائی سطح پر دشمنی کا نتیجہ نکلتا ہے، اور اس کا اثر پورے خاندان پر پڑتا ہے۔

غیرت کے نام پر تنازعات

غیرت کے نام پر قتل اور جھگڑے اس علاقے میں کئی دہائیوں سے جاری ہیں۔ بعض اوقات محض شک یا افواہ پر مرد حضرات خواتین پر تشدد کرتے ہیں یا انہیں قتل کر دیتے ہیں۔ ایسے واقعات میں نہ صرف ایک انسانی جان ضائع ہوتی ہے بلکہ خاندان، قبیلہ اور علاقے میں نفرت و دشمنی جنم لیتی ہے، جو کئی نسلوں تک چلتی ہے۔

"غیرت کے نام پر قتل زیادہ تر غیرت کی بجائے انا، طاقت اور فرسودہ رسوم کی علامت ہے۔"³⁰

کئی واقعات میں یہ دیکھا گیا ہے کہ کسی عورت نے اگر موبائل استعمال کیا، یا باہر نکلنے کی اجازت مانگی، یا تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی، تو اس پر بد کرداری کا الزام لگا کر غیرت کا بہانہ بنایا گیا۔ اس عمل کے پیچھے اکثر مردانہ حاکمیت، تعلیم کی کمی، اور شرعی شعور کی عدم موجودگی کارفرما ہوتی ہے۔

خلاصہ:

- زبردستی کی شادی یا مشاورت کے بغیر نکاح عورت کی عزت نفس کو مجروح کرتا ہے۔
 - معیشت کی تنگی میاں بیوی کے تعلقات میں بگاڑ پیدا کرتی ہے۔
 - نشے کی لعنت گھر کے سکون کو تباہ کر دیتی ہے اور مرد کو مجرم بنا سکتی ہے۔
- غیرت کے نام پر عورت کو خاموش کر دینا ایک معاشرتی جرم ہے، نہ کہ دینی تقاضا۔

سسرالی مظالم، تولیدی دباؤ، شرعی علم کی کمی، قانونی رکاوٹیں

سسرالی مظالم اور گھریلو دباؤ

عائلی تنازعات کی ایک بنیادی وجہ سسرال کی جانب سے بہوپر جسمانی، ذہنی یا سماجی دباؤ ہے۔ ڈیرہ غازی خان جیسے قبائلی پس منظر کے حامل علاقوں میں عموماً نند، ساس اور دیور جیسے رشتہ دار خواتین کو کمتر سمجھتے ہیں۔ ان کے ساتھ مشقتی رویہ رکھا جاتا ہے، ان پر شک کیا جاتا ہے، اور اکثر انہیں مالی یا جذباتی طور پر ہراساں کیا جاتا ہے۔

"اکثر شادی کے بعد لڑکی کو سسرال میں عزت نہیں ملتی، اُس پر الزام تراشی اور غیرت کے نام پر قابو رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔"³¹

یہ صورت حال شوہر کے تعاون کی عدم موجودگی میں مزید بگڑ جاتی ہے، کیونکہ شوہر اپنے گھر والوں کی باتوں کو فوقیت دیتا ہے۔

"خواتین کی سب سے بڑی شکایت یہ ہوتی ہے کہ شوہر ان کے دفاع میں کھڑے نہیں ہوتے۔"³²

تولیدی دباؤ اور اولاد کی خواہش

ڈیرہ غازی خان کے معاشرتی تناظر میں عورت پر فوری طور پر اولاد پیدا کرنے کا دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ اگر ابتدائی سالوں میں اولاد نہ ہو تو اسے منحوس یا بانجھ سمجھا جاتا ہے۔ اولاد نہ ہونا کئی بار طلاق یا دوسری شادی کی بنیاد بن جاتا ہے، چاہے مسئلہ مرد میں ہو۔

”بانجھ پن کو ہمیشہ عورت کی کمزوری سمجھا جاتا ہے، مرد کی طبی جانچ کو قبائلی غیرت کے خلاف تصور کیا جاتا ہے۔³³ اس دباؤ میں عورت کی صحت، نفسیاتی کیفیت اور ازدواجی زندگی متاثر ہوتی ہے، اور اکثر خاندان بکھر جاتا ہے۔

”بہت سی طلاقیں صرف اس وجہ سے ہوئیں کہ سسرال والے پوتے کی ضد کرتے تھے اور بیٹے کو عورت

پر شک ہوتا تھا۔³⁴

دینی و شرعی تعلیم کی کمی

خاندان میں اکثر جھگڑے محض اس لیے جنم لیتے ہیں کہ فریقین اسلامی شریعت کے ازدواجی آداب، حقوق اور ذمہ داریوں سے واقف نہیں ہوتے۔ شوہر کو بیوی کے حقوق کا علم نہیں، اور بیوی شوہر کی شرعی اطاعت کو جبر سمجھتی ہے۔ اس کمی سے بدگمانی، بے اعتمادی اور ناانصافی بڑھتی ہے۔

”شرعی تعلیمات سے لاعلمی ازدواجی زندگی کو آزمائش بنا دیتی ہے۔ قرآن و حدیث میں جو توازن مرد و

عورت کے تعلقات میں ہے، وہ عملی زندگی میں مفقود ہے۔³⁵“

مثلاً وراثت، نان نفقہ، صلح اور طلاق کے اسلامی اصولوں کو اگر اپنایا جائے تو بیشتر تنازعات حل ہو سکتے

ہیں، لیکن علم کی کمی کی وجہ سے لوگ جاہلانہ طریقے اپناتے ہیں۔

”قرآن میں عائلی معاملات کی وضاحت ہے مگر لوگ اسے سمجھنے کے بجائے قبائلی رسموں کو مقدم رکھتے ہیں۔³⁶“

قانونی سہولیات اور نظام انصاف میں رکاوٹیں

ڈیرہ غازی خان جیسے پسماندہ ضلع میں خواتین کے لیے قانونی تحفظ حاصل کرنا ایک پیچیدہ عمل ہے۔ اکثر

خواتین یا ان کے خاندان قانونی نظام سے واقف نہیں ہوتے، اور نہ ہی ان کے پاس وسائل ہوتے ہیں کہ وہ وکیل کریں یا عدالت جاسکیں۔

”قانونی تحفظ صرف کتابوں میں ہے، دیہاتی عورت کو پتا ہی نہیں ہوتا کہ وہ پولیس سے رجوع کر سکتی ہے۔³⁷“

عدالتوں میں تاخیر، پولیس کارشوت لینا، اور مردوں کی اجارہ داری جیسے عوامل خواتین کو انصاف سے

محروم رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض خواتین کو تھانے تک لے جانا بھی خاندان کی "عزت" کے خلاف تصور کیا جاتا ہے۔

”عورت جب تھانے جاتی ہے تو معاشرہ اسے مجرم سمجھتا ہے، اور شوہر یا خاندان اسے طلاق یا بے عزتی کی

دھمکیاں دیتے ہیں۔³⁸

یہی رکاوٹیں اس بات کو ممکن بناتی ہیں کہ عورت اکثر ظلم سہتی رہتی ہے لیکن قانونی اقدام نہیں اٹھاتی،

جس سے مزید پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔

وراثتی جھگڑے اور جائیداد کا ہٹوارہ:

ڈیرہ غازی خان میں خواتین کی عائلی زندگی میں وراثت کے مسائل بہت گہرے اثرات مرتب کرتے

ہیں۔ اکثر خاندانوں میں خواتین کو شرعی طور پر وراثت دینے کی بجائے جائیداد سے بے دخل کر دیا جاتا ہے، یا ان پر

دباؤ ڈال کر دستبرداری کے کاغذات پر دستخط کروا لیے جاتے ہیں۔ یہ عمل صرف مالی نقصان نہیں بلکہ نفسیاتی دباؤ اور

گھریلو کشیدگی کا باعث بنتا ہے۔ بھائی بہنوں کے درمیان تعلقات خراب ہوتے ہیں اور اکثر یہ تنازعات شادی کے بعد

سسرال میں بھی چپقلش کا باعث بنتے ہیں۔³⁹

کم عمری کی شادی

قبائلی و دیہی کچھ میں لڑکیوں کی کم عمری میں شادی ایک معمول بن چکا ہے۔ کم عمر بچیاں نہ تو ازدواجی

زندگی کی ذہنی اور جسمانی تیاری رکھتی ہیں اور نہ ہی ان میں فیصلہ سازی کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ

سسرالی دباؤ، بچوں کی پرورش اور گھریلو ذمہ داریوں کو نبھانے میں ناکام ہو جاتی ہیں، جو کہ تنازعات کو جنم دیتا ہے۔⁴⁰

مشترکہ خاندانی نظام

ڈیرہ غازی خان میں رائج مشترکہ خاندانی نظام بھی عائلی تنازعات کی ایک بڑی وجہ ہے۔ جب کئی خاندان

ایک ہی چھت کے نیچے رہتے ہیں تو ذاتی حدود کا تصور مٹ جاتا ہے۔ ساس بہو کے جھگڑے، دیورانی جھٹانی کی

چپقلش، اور مالیاتی معاملات میں مداخلت گھریلو سکون کو متاثر کرتے ہیں۔ نئی دلہن یا کمزور مزاج عورت ان حالات

میں شدید دباؤ کا شکار ہو جاتی ہے۔⁴¹

ذرائع ابلاغ اور جدید طرز زندگی کا دباؤ:

سوشل میڈیا اور ڈرامہ انڈسٹری نے معاشرے میں ایک نیا طرز زندگی متعارف کرایا ہے جو کہ اکثر

خاندانوں میں متوقع نہیں ہوتا۔ نوجوان لڑکیاں ان جدید روایات سے متاثر ہو کر روایتی طرز زندگی سے بغاوت

کرنے لگتی ہیں جبکہ خاندان کے بزرگ افراد اسے نافرمانی تصور کرتے ہیں۔ یہ نسلوں کے درمیان کشمکش اور رشتوں

میں دراڑ کا باعث بنتی ہے۔⁴²

شرعی تعلیم کی کمی:

اکثر خاندانوں میں اسلامی تعلیمات کا فقدان پایا جاتا ہے۔ لوگ نکاح، طلاق، نان نفقہ، اور خاندانی حقوق کے شرعی اصولوں سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ نتیجتاً معمولی باتوں پر طلاقیں ہو جاتی ہیں، یا عورت کے حقوق پامال کیے جاتے ہیں۔ اگر مرد و عورت دونوں کو اسلام کے بنیادی خاندانی اصولوں کی آگاہی ہو تو بہت سے مسائل خود بخود حل ہو جائیں۔⁴³

مذہبی اور روایتی علماء کی عدم رہنمائی:

ڈیرہ غازی خان جیسے علاقوں میں مذہبی رہنماؤں کا اثر و رسوخ کافی ہوتا ہے، لیکن اکثر اوقات وہ صرف رسمی خطبے تک محدود رہتے ہیں۔ اگر علماء کرام اور مساجد کی سطح پر عائلی مسائل پر شعور اجاگر کیا جائے تو نہ صرف تنازعات کم ہوں گے بلکہ قبل از وقت بگاڑ کو روکا جاسکتا ہے۔⁴⁴

ڈیرہ غازی خان میں عائلی تنازعات کے اسباب محض سطحی یا وقتی نوعیت کے نہیں بلکہ یہ گہرے سماجی، ثقافتی، تعلیمی اور مذہبی عوامل پر مبنی ہیں۔ ان میں سے کئی مسائل کو قانون سازی، تعلیمی مہمات اور مذہبی اصلاحات کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے لیے ایک مربوط اور مشترکہ کوشش کی ضرورت ہے جس میں حکومت، سماجی تنظیمیں، مذہبی رہنما، تعلیمی ادارے، اور خود عوام سب شامل ہوں۔

عائلی تنازعات کا اثر صرف ایک گھر تک محدود نہیں رہتا بلکہ پورے معاشرے کو متاثر کرتا ہے۔ جب تک خواتین کو ان کے شرعی، قانونی اور معاشرتی حقوق نہیں دیے جائیں گے، اور جب تک رسم و رواج کو شریعت کے تابع نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک ڈیرہ غازی خان جیسے علاقوں میں خاندانی نظام کے استحکام کی امید نہیں کی جاسکتی۔

اسلامی شریعت میں عائلی تنازعات کا حل اور خاندانی نظام: قرآن و حدیث کی روشنی میں

اسلامی شریعت میں عائلی تنازعات کے حل کی بنیادیں

اسلامی شریعت میں عائلی تنازعات کو نہایت حکمت اور عدل کے ساتھ حل کرنے کا مکمل نظام موجود ہے۔ قرآن مجید نے شوہر اور بیوی کے درمیان نزاع کی صورت میں صلح صفائی اور ثالثی کے اصولوں پر زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا⁴⁵

یہ آیت مبارکہ اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ تنازعہ کی صورت میں خاندان کے دونوں طرف سے اہل فہم اور با اعتماد افراد کو ثالث مقرر کرنا چاہیے تاکہ صلح کی راہ ہموار ہو۔

خاندانی نظام کی بنیاد: موڈت، رحمت اور انصاف:

اسلامی تعلیمات کے مطابق خاندانی نظام کی بنیاد محبت، رحمت اور حسن سلوک پر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً" 46

یہ آیت ازدواجی رشتہ کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے کہ یہ سکون، محبت اور رحمت پر مبنی تعلق ہونا چاہیے نہ کہ ظلم، جبر اور تسلط پر۔

عائلی تنازعات میں خواتین کے حقوق کا تحفظ:

اسلامی شریعت نے عائلی تنازعات میں عورتوں کے حقوق کا نہایت واضح اور مکمل تحفظ کیا ہے۔ طلاق، خلع، نان و نفقہ، عدت، حضانت جیسے معاملات میں قرآن و حدیث کی تعلیمات انتہائی جامع ہیں۔ سورہ بقرہ کی آیات 228 تا 241 میں طلاق کے بعد کی صورت حال، عدت، رجوع، نان و نفقہ اور بچوں کی حضانت پر مفصل ہدایات موجود ہیں۔

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلِمْنَ بِالْمَعْرُوفِ" 47

یعنی عورتوں کے بھی وہی حقوق ہیں جیسے ان پر ذمہ داریاں ہیں، حسن سلوک کے ساتھ۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت میں عائلی تنازعات کا عملی حل:

رسول اللہ ﷺ نے ازدواجی زندگی میں عدل و انصاف، صبر و تحمل، اور حسن اخلاق کا عملی نمونہ پیش فرمایا۔ جب ازواج مطہرات میں کسی مسئلے پر رنجش ہوتی تو نبی کریم ﷺ محبت، نصیحت اور حکمت سے معاملہ سلجھاتے۔

حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان ایک واقعہ ہوا تو آپ ﷺ نے دونوں کو خوش اسلوبی سے سمجھایا اور معاملہ رفع دفع کیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ عائلی مسائل میں سختی یا جبر نہیں بلکہ حکمت اور تدبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔

ثالثی اور عدالتی حل کا اسلامی طریقہ:

اسلامی عدالتی نظام میں خاندانی معاملات میں ثالثی اور سماعت کے ذریعے متوازن فیصلہ کیا جاتا ہے۔ قاضی کا کام صرف شرعی حکم سنانا نہیں بلکہ فریقین کو صلح و افہام کی طرف مائل کرنا بھی ہوتا ہے۔ روایات میں حضرت علیؓ اور عمرؓ جیسے خلفاء راشدین نے متعدد بار عائلی تنازعات میں صلح کی کوشش کی۔

اسلامی فقہ میں قاضی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ حالات کے مطابق مناسب حل تجویز کرے، اگرچہ وہ

طلاق یا خلع پر منتج ہو۔⁴⁸

قرآن و سنت کی روشنی میں تنازع کے اسباب کی تشخیص:

اسلامی شریعت میں صرف حل ہی نہیں، تنازع کے اسباب پر بھی توجہ دی گئی ہے تاکہ ان سے بچا جا سکے۔ حسد، بدگمانی، عدم اطمینان، سسرالی مداخلت، معاشی تنگی، اور شرعی علم کی کمی جیسے اسباب کو قرآن و حدیث میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اصلاحِ نفس اور تقویٰ کی تعلیمات دراصل ان اسباب کا انسدادی علاج ہیں۔

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ"⁴⁹

اگر یہ اصول معاشرتی سطح پر نافذ ہوں تو بہت سے عائلی مسائل سرے سے پیدا ہی نہ ہوں۔

ازدواجی معاہدہ اور نکاح نامہ کی شرعی حیثیت:

اسلام میں نکاح ایک باقاعدہ معاہدہ ہے، جس میں حقوق و فرائض طے کیے جاتے ہیں۔ قرآن میں "بیثاق

غلیظ" کا لفظ استعمال ہوا ہے:

"وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا"⁵⁰

یعنی نکاح صرف ایک ازدواجی رسم نہیں بلکہ ایک مقدس اور مضبوط عہد ہے، جس میں عورت کے حقوق

کی ضمانت دی جاتی ہے۔

اسلامی شریعت ایک ہمہ گیر اور متوازن نظام عائلی پیش کرتی ہے، جو تنازعات کو صلح اور عدل کے ذریعے

حل کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ قرآن و سنت، سیرت النبی ﷺ اور فقہی ذخائر سب اس امر پر متفق ہیں کہ خاندانی

نظام کو محبت، انصاف اور حکمت کے اصولوں پر قائم رہنا چاہیے

مقامی روایات اور رسوم: پس منظر اور اقسام

ڈیرہ غازی خان کے قبائلی اور نیم شہری معاشرے میں مقامی روایات اور رسوم، عوامی طرز زندگی کا نہ

صرف حصہ ہیں بلکہ روزمرہ کے فیصلوں میں فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہیں۔ ان روایات کا ماخذ بیشتر اوقات قبائلی

سرداروں، بزرگوں، اور علاقائی رسوم و اقدار سے ہوتا ہے جنہیں نسل در نسل منتقل کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ان

روایات کی بنیادیں مذہبی تعلیمات سے بالکل مختلف ہوتی ہیں مگر معاشرے میں ان کی پابندی اس قدر سخت ہوتی ہے

کہ مذہبی احکام ثانوی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔

مثلاً:

"وہی" کی رسم، جس میں لڑکی کو صلح کے طور پر دشمن قبیلے میں دے دیا جاتا ہے۔

"سرسری شادی"، جس میں بالغ ہونے سے پہلے ہی بچوں کی شادی طے کر دی جاتی ہے۔

"بھگ" یا "نکاح بدلے"، جس میں ایک شادی کے بدلے دوسری شادی کی جاتی ہے۔

"پگ" اور "سرداراندہ فیصلہ"، جس میں قبیلے کا سردار خاندان کی قسمت کا فیصلہ کرتا ہے۔

یہ تمام رسومات بعض اوقات قرآن و سنت کی تعلیمات کے برخلاف ہوتی ہیں، تاہم مقامی معاشرتی دباؤ،

شرم و حیا اور قبائلی انا کے باعث ان پر عمل درآمد جاری رہتا ہے۔

روایتی فیصلے اور پنچایتی نظام کی اثر پذیری:

ڈیرہ غازی خان میں "پنچایت" اور "جرگہ" جیسے غیر رسمی عدالتی نظام عائلی تنازعات کے حل میں عمومی

طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کا مقصد فوری اور مستانصاف مہیا کرنا ہوتا ہے، لیکن اکثر اوقات ان کے فیصلے

اسلامی قانون اور انسانی حقوق کے اصولوں سے متصادم ہوتے ہیں۔

پنچایتی نظام کے فوائد:

آسان اور جلد رسائی

مقامی زبان اور سیاق میں فیصلے۔

کم مالی اخراجات

نقصانات اور شرعی خلاف ورزیاں:

خواتین کی غیر موجودگی میں فیصلے

۔ وہی "یا" جرگہ فیصلہ "کی بنیاد پر عورت کی رضامندی کے بغیر نکاح

مردوں کی اجارہ داری اور خواتین کے بنیادی حقوق کی پامالی۔

قانون سے بالاتر فیصلے جو اپیل کے حق سے محروم ہوتے ہیں

اسلامی شریعت میں عدل کا اصول ہے کہ "کسی کی سماعت کیے بغیر فیصلہ نہ کیا جائے"، لیکن پنچایتی نظام

میں اکثر متاثرہ فریق، خاص طور پر خواتین، کو سنا ہی نہیں جاتا۔⁵¹

تنازعاتی رسوم کا شرعی تجزیہ:

اسلامی شریعت نے عورت کو نکاح، وراثت، تعلیم، اور رائے دہی جیسے بنیادی حقوق دیے ہیں۔ مگر مقامی رسومات کی بدولت ان حقوق کی کھلی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق:

- نکاح عورت کی رضا کے بغیر باطل ہے⁵²

- وراثت میں بیٹی کا حصہ مقرر ہے⁵³

- زبردستی نکاح اور قبائلی دشمنی کا حل عورت کو قربان کرنا نہیں بلکہ عدل و انصاف پر مبنی صلح ہے۔

اس تناظر میں مقامی روایات، اسلامی عدل کے تصور سے متصادم دکھائی دیتی ہیں۔⁵⁴

ریاستی اور قانونی اداروں کی کمزوری:

پنچایت اور غیر رسمی نظام کی مقبولیت کی ایک بڑی وجہ ریاستی عدالتی نظام کی سست روی اور عوامی اعتماد کی کمی ہے۔ دیہی علاقوں میں پولیس کا جانبدار کردار، مہنگے وکیل، اور پیچیدہ عدالتی کارروائیاں لوگوں کو غیر رسمی نظام کی طرف دھکیلتی ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں قاضی کا کردار شریعت کے مطابق فیصلہ دینا ہوتا ہے۔ مگر جب ریاستی قاضی دستیاب نہ ہوں یا انصاف مہنگا ہو جائے، تو لوگ رسوم و رواج پر انحصار کرنے لگتے ہیں۔⁵⁵

ڈیرہ غازی خان میں عائلی تنازعات کے تناظر میں مقامی روایات اور غیر رسمی عدالتی نظام ایک مضبوط اثر رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان کا مقصد فوری انصاف ہے، لیکن ان کے ذریعے خواتین کے اسلامی حقوق بری طرح پامال ہوتے ہیں۔ شریعت کا تقاضا ہے کہ ہر فیصلہ عدل، شفافیت، اور قرآن و سنت کی روشنی میں کیا جائے۔ اس ضمن میں اسلامی عدالتوں کا قیام، شرعی آگاہی، اور ریاستی نظام انصاف کی اصلاح ناگزیر ہو چکی ہے۔

اسلامی شریعت اور مقامی روایات کا تقابلی و تطبیقی جائزہ

اسلامی عدالتوں کا کردار، شرعی قوانین کا اطلاق اور عملی مشکلات

اسلامی عدالتوں کا کردار:

پاکستان میں اسلامی عدالتوں، بالخصوص فیملی کورٹس، وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ شریعت پبلیٹ بیج، نے خاندانی تنازعات کے حل کے سلسلے میں کئی نمایاں فیصلے دیے ہیں۔ ان عدالتوں کا بنیادی مقصد اسلامی شریعت کی روشنی میں تنازعات کو حل کرنا اور معاشرتی انصاف کو فروغ دینا ہے۔ اسلامی عدالتیں شریعت کے مطابق نکاح، طلاق، خلع، وراثت، حضانت، نان و نفقہ جیسے اہم امور میں فریقین کو عدل و انصاف فراہم کرتی

ہیں۔ فقہ حنفی کے اصولوں کی بنیاد پر بیشتر مقدمات کا فیصلہ کیا جاتا ہے، تاہم بعض اوقات دیگر مکاتب فکر کے اقوال سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر، خلع کے مقدمات میں عدالتیں عورت کو معقول وجہ کی بنیاد پر خلع کا حق دیتی ہیں، جبکہ بعض مقامی پنچائیتیں عورت کو یہ حق دینے سے انکار کرتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی عدالتیں خواتین کے حقوق کے تحفظ میں مؤثر کردار ادا کرتی ہیں۔⁵⁶

شرعی قوانین کا اطلاق: اصول و چیلنجز:

شرعی قوانین کا عملی اطلاق ہمیشہ ایک سادہ عمل نہیں ہوتا۔ ان قوانین کی تعبیر و تشریح میں مختلف مکاتب فکر کی آراء، علاقائی رسم و رواج، قانونی نظام کی ساخت، اور عوامی ذہنیت جیسے عوامل شامل ہو جاتے ہیں۔ فیملی کورٹس کے جج اکثر سول قوانین کے ماہر ہوتے ہیں اور بعض اوقات انہیں شرعی نقطہ نظر سے فیصلے کرنے میں دقت پیش آتی ہے۔ اس کے برعکس مقامی جرگے اور پنچائیتیں شرعی علم سے محروم ہو کر صرف رواجی اصولوں پر فیصلہ دیتی ہیں جو بعض اوقات ظلم کا باعث بنتے ہیں۔ مثلاً بعض علاقوں میں طلاق کا رواجی تصور محض ایک اعلان پر مشتمل ہوتا ہے، جبکہ اسلامی شریعت میں طلاق کے کئی شرائط و مراحل ہیں۔ اس فرق کی بنیاد پر عدالتوں کے فیصلے مقامی لوگوں کو عجیب محسوس ہوتے ہیں، جس سے شریعت پر اعتماد کمزور ہوتا ہے۔⁵⁷

فیصلوں میں تاخیر: ایک عملی مسئلہ:

اسلامی عدالتوں کے فیصلوں میں اکثر تاخیر کا سامنا ہوتا ہے، جو کہ ایک سنگین عملی مسئلہ ہے۔ خاندانی تنازعات فوری حل طلب ہوتے ہیں کیونکہ ان کے اثرات براہ راست عورتوں، بچوں اور خاندان کے باقی افراد پر مرتب ہوتے ہیں۔ عدالتی تاخیر کی کئی وجوہات ہیں: مقدمات کی کثرت، عدالتی عملے کی کمی، وکلا کی ہڑتالیں، گواہوں کی عدم حاضری، اور بعض اوقات کرپشن۔ اس کے برعکس مقامی پنچائیتیں فوری فیصلہ دیتی ہیں، خواہ وہ انصاف پر مبنی نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ عوام عدالت کی بجائے پنچائیت کا رخ کرتے ہیں۔⁵⁸

علم شریعت کی کمی: ججوں اور وکلا کا مسئلہ:

عدالتوں میں کام کرنے والے ججوں اور وکلا کی بڑی تعداد کو شرعی علوم میں باقاعدہ تربیت حاصل نہیں ہوتی۔ اکثر اوقات جج محض سیول یا کرائم قانون کے ماہر ہوتے ہیں اور شریعت کے اصولوں کو محدود یا سطحی انداز میں سمجھتے ہیں۔ یہ مسئلہ اس وقت شدید ہو جاتا ہے جب فیملی مقدمات میں کوئی پیچیدہ دینی مسئلہ سامنے آئے، جیسے

رضاعت، متعہ، یا وراثت کے متفرق حصے۔ ایسی صورت میں بیچ یا تو مفتی سے رائے لیتے ہیں یا از خود رواج پر مبنی فیصلہ دے دیتے ہیں جو شرعی اصول سے متصادم ہوتا ہے۔⁵⁹

وکلا کا کردار: اصلاح یا استحصال؟

وکلا خاندانی مقدمات میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ بد قسمتی سے بعض وکلا فریقین کے درمیان صلح کرانے کی بجائے معاملے کو مزید الجھاتے ہیں تاکہ مقدمہ طول پکڑے اور ان کی فیس میں اضافہ ہو۔ اس روش سے نہ صرف عدالت پر بوجھ بڑھتا ہے بلکہ شریعت کی اصل روح یعنی مصالحت و اصلاح بھی مجروح ہوتی ہے۔ اسلامی اصولوں کے مطابق وکیل کا فرض ہے کہ وہ مظلوم کی مدد کرے، لیکن اکثر وکلا محض مالی مفاد کی خاطر جھوٹے شواہد، تاخیری حربے اور جذباتی دلائل استعمال کرتے ہیں۔ اس وجہ سے عدالتی عمل سے لوگوں کا اعتماد اٹھتا جا رہا ہے۔⁶⁰

شرعی فیصلوں پر عمل درآمد کی مشکلات

عدالتیں اگرچہ شریعت کے مطابق فیصلہ دے بھی دیں، تب بھی اس فیصلے پر عمل درآمد کروانا آسان نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر اگر عورت کو حق خلع مل جائے یا وراثت میں حصہ دے دیا جائے تو عمل درآمد کی راہ میں شوہر، سسرال یا خاندان کی طرف سے شدید مزاحمت کی جاتی ہے۔ عملی طور پر پولیس اور انتظامیہ بھی ایسے فیصلوں کو رواجی مخالفت کی وجہ سے نافذ کرنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرتی ہے۔ بعض دیہی علاقوں میں تو شرعی فیصلے نافذ کرنے پر عدالت کے نمائندوں کو دھمکیاں تک دی جاتی ہیں۔⁶¹

اسلامی عدالتوں کے مؤثر کردار کے لیے ضروری ہے کہ ججوں، وکلا، پولیس افسران، اور عدالتی عملے کو شرعی قوانین کی جامع تربیت دی جائے۔ اس کے علاوہ نصاب قانون میں اسلامی فقہ اور شریعت کا مناسب اضافہ کیا جائے تاکہ نئے وکلا اور جج شریعت کی باریکیوں کو سمجھ سکیں۔

مزید یہ کہ عوامی سطح پر آگہی مہم چلائی جائے کہ اسلامی عدالتیں خواتین اور خاندان کے دیگر افراد کے لیے عدل و انصاف کا واحد محفوظ ذریعہ ہیں۔ شرعی فیصلوں پر عمل درآمد کے لیے ضلعی سطح پر شرعی کمیٹیاں قائم کی جائیں جو عدالت اور عوام کے درمیان رابطہ کار کا کردار ادا کریں۔

حواشی

- 1۔ طارق محمود، جنوبی پنجاب کے سماجی مسائل، لاہور: جدید فکر مہران پبلشرز، 2017ء، ص 14
- 2۔ عبداللہ ملک، بلوچ تاریخ کی جھلکیاں، کونہ: بلوچ اکیڈمی، 2005ء، ص 59
- 3۔ اکبر علی، پنجاب کی نو آبادیاتی تاریخ، لاہور: تاریخ و تمدن پبلشرز، 2010ء، ص 88
- 1۔ ظفر اقبال، پاکستان کا جغرافیہ، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2019ء، ص 122
- 5۔ فرید خان بلوچ، بلوچی قبائل کی سماجی ساخت، لاہور: سنگ میل، 2016ء، ص 74
- 6۔ عائشہ جمیل، پاکستانی ہر گھسٹم: ایک مطالعہ، کراچی: سوشل ریفرمز پبلیکیشنز، 2020ء، ص 108
- 7۔ مولانا عبدالرشید، پاکستانی دیہی معاشرہ اور مذہب، لاہور: ادارہ تعلیم و تحقیق، 2018ء، ص 94
- 8۔ محترمہ شازیہ کوثر، تعلیم اور عورت کا مقام، لاہور: فہم معاشرہ پبلیکیشنز، 2022ء، ص 35
- 9۔ ڈاکٹر سمیرا قریشی، تعلیم اور معاشرتی ہم آہنگی، لاہور: زریں پہلی کیشنز، 2021ء، ص 61
- 10۔ نصیر احمد لغاری، جنوبی پنجاب کے معاشی مسائل، لاہور: ماہرین علم پبلیکیشنز، 2018ء، ص 67
- 11۔ شاہدہ قریشی، پاکستانی معاشرہ اور جہیز، اسلام آباد: نسواں ترقیاتی ادارہ، 2019ء، ص 42
- 12۔ جواد قریشی، عدالتی نظام اور دیہی پاکستان، اسلام آباد: قانون و انصاف انسٹیٹیوٹ، 2019ء، ص 89
- 13۔ ڈاکٹر شمینہ یاسمین، پاکستانی عورت: روایت اور جدیدیت کے درمیان، لاہور: شعور پبلیکیشنز، 2020ء، ص 112
- 14۔ عرفان محمود، سماجی تبدیلی اور دیہی معاشرہ، اسلام آباد: نیشنل سوشیالوجیکل سوسائٹی، 2021ء، ص 55
- 15۔ آمنہ عارف، پدرانہ معاشرہ اور عورت کی شناخت، لاہور: نسواں فکر مہران، 2021ء، ص 73
- 16۔ خالد منظور، اسلامی وراثت کا نظام اور پاکستانی معاشرہ، ملتان: دارالاشراق، 2020ء، ص 51
- 17۔ بلقیس شاہ، غیرت کے نام پر عورت کا قتل: ایک تحقیقی مطالعہ، اسلام آباد: نیشنل ہیومن رائٹس کمیشن، 2021ء، ص 98
- 18۔ ڈاکٹر فرحت رشید، پاکستانی ثقافت میں بیٹی کی حیثیت، لاہور: انسٹی ٹیوٹ آف سوشیالوجی، 2019ء، ص 63
- 19۔ زہرت فاطمہ، نکاح و طلاق کا اسلامی تصور اور سماجی عمل، کراچی: دارالفکر، 2020ء، ص 109
- 20۔ فوزیہ یاسمین، عورت اور معاشی خود مختاری، لاہور: زہرہ بانو پہلی کیشنز، 2021ء، ص 88
- 21۔ رفیعہ طاہر، دیہی خواتین کی صحت اور اسلامی تعلیمات، لاہور: شفا انسٹیٹیوٹ، 2022ء، ص 34
- 22۔ زینب شاہ، خواتین کی سیاسی شرکت اور دیہی پاکستان، اسلام آباد: ووٹرز ایجوکیشن سوسائٹی، 2023ء، ص 59
- 23۔ پنجاب ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ۔ جنوبی پنجاب تعلیمی رپورٹ۔ لاہور: 2022ء
- 24۔ خان، زاہد۔ پنجاب کے قبائلی روایات کا تنقیدی جائزہ۔ لاہور: ادارہ تحقیقات، 2019ء

- ²⁵۔ ہیومن رائٹس واچ۔ پاکستان میں گھریلو تشدد کی صورت حال۔ نیویارک: 2020ء
- ²⁶۔ سعدیہ جاوید۔ غیرت کے نام پر تشدد کا نفسیاتی تجزیہ۔ کراچی: پاکستان سائیکالوجیکل ریسرچ سینٹر، 2018ء۔
- ²⁷۔ عبدالحکیم لغاری، جنوبی پنجاب کی سماجی ساخت، ص: 112
- ²⁸۔ رفیق بٹ، پاکستانی دیہی زندگی اور خاندان، ص: 173
- ²⁹۔ ڈاکٹر خالد محمود، سماجی بیماریوں کی جڑیں، ص: 89
- ³⁰۔ سائرہ بانو، عورت، قانون اور روایت، ص: 201
- ³¹۔ محمد افضل منصور، خواتین کے حقوق اور جنوبی پنجاب۔ لاہور: جامعہ پنجاب، 2017ء، ص: 112
- ³²۔ سمیعہ خلیل، دیہی عورت اور خاندانی تعلقات۔ ملتان: بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، 2016ء، ص: 89
- ³³۔ خالد صادق، عورت، اولاد اور غیرت۔ ڈیڑہ غازی خان: لوکل اسٹڈیز انسٹیٹیوٹ، 2018ء، ص: 59
- ³⁴۔ نسیر حسین، جنوبی پنجاب میں خاندانی نظام کی تحلیل۔ لاہور: اکیڈمک پبلیکیشنز، 2019ء، ص: 107
- ³⁵۔ عبدالحفیظ ندیم، اسلامی خاندانی نظام اور مقامی چیلنجز۔ راولپنڈی: ادارہ علوم اسلامی، 2020ء، ص: 143
- ³⁶۔ زاہد رحیم، قرآنی تعلیمات اور خاندانی امن۔ اسلام آباد: انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی، 2015ء، ص: 95
- ³⁷۔ انیس فاروقی، قانونی شعور اور دیہی عورت۔ لاہور: فلاحی پریس، 2018ء، ص: 61
- ³⁸۔ روبینہ شہناز، عدالت، عورت اور سماج۔ ملتان: سنٹر فار سوشیالوجیکل اسٹڈیز، 2017ء، ص: 133
- ³⁹۔ حنیف ممتاز، خواتین کے شرعی حقوق اور معاشرتی رویے۔ لاہور: ادارہ علم و عدل، 2019ء، ص: 141
- ⁴⁰۔ تنسیم بانو، پاکستان میں کم عمری کی شادی کے اثرات۔ اسلام آباد: قومی کمیشن برائے انسانی ترقی، 2020ء، ص: 211
- ⁴¹۔ زاہد احمد، روایتی خاندانی نظام اور خواتین کا کردار۔ لاہور: بزم تحقیق، 2017ء، ص: 113
- ⁴²۔ ناہید شفیق، میڈیا اور خاندانی اقدار پر اس کا اثر۔ کراچی: جامعہ اردو پریس، 2018ء، ص: 143
- ⁴³۔ مفتی تقی عثمانی، اسلام کا عائلی نظام۔ کراچی: مکتبہ دارالعلوم، 2015ء، ص: 214
- ⁴⁴۔ نذیر قریشی، علماء اور معاشرتی رہنمائی۔ ملتان: شعور پبلشرز، 2016ء، ص: 67
- ⁴⁵۔ القرآن، النساء: 35
- ⁴⁶۔ القرآن، الروم: 21
- ⁴⁷۔ القرآن، البقرہ: 228
- ⁴⁸۔ موفی الدین، المغنی، بیروت، دارالفکر 2001ء جلد 8، ص: 456
- ⁴⁹۔ القرآن، الحجرات: 10

- 50۔ القرآن، النساء: 21
- 51۔ ڈاکٹر فوج الدین ہاشمی، اسلامی عدالتی نظام اور برصغیر میں اس کا اطلاق، اسلام آباد: انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی، 2010ء، ص 88
- 52۔ محمد بن اسماعیل البخاری، الصحیح البخاری، بیروت، دار الفکر 2001ء رقم الحدیث: 5136
- 53۔ القرآن، النساء: 11
- 54۔ مولانا مودودی، تفہیم القرآن، جلد اول، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2012ء، ص 407
- 55۔ ڈاکٹر ممتاز احمد، پاکستان میں قانون اور رسم و رواج کا ٹکراؤ، کراچی: جامعہ کراچی پریس، 2020ء، ص 65
- 56۔ ڈاکٹر عبدالقادر، اسلامی قانون: اصول و مبادی، لاہور: ادارہ معارف اسلامی، 2015ء، ص 112
- 57۔ محمد طاہر قریشی، اسلامی عدالتی نظام اور پاکستان، کراچی: دارالسلام، 2019ء، ص 205
- 58۔ پروفیسر احمد ندیم، پاکستان کا عدالتی نظام، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2017ء، ص 311
- 59۔ ڈاکٹر خالد انور، عدالت، شریعت اور وکالت، لاہور: قاسم پبلی کیشنز، 2018ء، ص 74
- 60۔ علی راشد، قانون اور وکالت: ایک جائزہ، لاہور: نالج ہاؤس، 2020ء، ص 59
- 61۔ انجم شاکر، پاکستانی معاشرہ اور قانون شریعت، راولپنڈی: فکریات پبلی کیشنز، 2016ء، ص 137